رحمت کا حقیقی سرچشمہ

از

مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی رحمہ اللہ

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند
جون 1956ء

رحمت کا حقیقی سرچشمہ

(از مولانا اخلاق حسین قاسمی بیت الہدایت دہلی)

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ——— قرآن کہتا ہے، کہ "تمہارا پروردگار رحمان و رحیم ہے، یعنی وہ بہت بڑا مہربان اور بے حد رحم والا ہے۔"

رحمٰن ——— رحیم سے زیادہ اپنے اندر مبالغہ رکھتا ہے لیکن قرآن نے خدا تعالےٰ کو صفت رحم کے دونوں صیغوں سے پکارا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ عربی میں فعلان کا وزن ایسی صفات کے لئے آتا ہے جو صفاتِ عارضہ ہوتی ہیں، فعلی ظہور ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا جیسے عطشان لیکن فعیل کے وزن میں صفات قائمہ ہوتی ہیں جو اپنا فعلی ظہور بھی رکھتی ہیں جیسے :- کریم۔

اِس لئے رحمان کے معنی کئے جائیں گے، جس ذات میں بے پناہ رحمت ہو، اور رحیم کے معنی یہ ہوں گے :- جس ذات میں رحمت ہو اور اس کی طرف سے رحمت کا ظہور بھی ہوتا ہو۔

قرآنِ حکیم نے رحم کی دونوں صفتیں استعمال کرکے یہ بتایا ہے کہ تمہارا مالک ایسی رحمت والا نہیں کہ اس کی رحمت صرف اسی کی ذات تک ہو، بلکہ ایسی رحمت والا ہے جو اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو نوازتا بھی ہے، اس کی رحمت کا خزانہ کوئی مدفون خزانہ نہیں بلکہ ایک عام خزانہ ہے جو ہر آن اور ہر لمحہ محتاج انسان کے لئے لٹایا جا رہا ہے،

رحمٰن اور رحیم میں ایک فرق تو یہ ہوا، دوسرا فرق یہ ہے کہ رحمٰن بمنزلۂ علم ہے، اس کا اطلاق خدا تعالیٰ کے سوا دوسرے پر جائز نہیں ہے، البتہ رحیم کا اطلاق دوسروں پر مجازاً کیا جاسکتا ہے۔

قرآنِ حکیم نے خدا تعالےٰ کی ان دونوں صفتوں کو کثرت سے استعمال کیا ہے، جن آیات میں یہ صفتیں بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رحمٰن اور رحیم کی دونوں صفتیں رحمت کا کیا تصور پیش کرتی ہیں

الرَّحْمٰن ——— "بہت بڑا مہربان"

صفت رحمان قرآن میں (۵۸) جگہ مذکور ہے، ان میں سے چند آیات کا پیش کرنا کافی ہے۔

قرآن کہتا ہے، رحمٰن وہ ذات ہے جس کی مہربانی انسان کو عمل خیر کے قابل بناتی ہے، جس کی رحمت انسان کی دستگیری کرکے اسے بھلائی کی توفیق دیتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ "شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بیحد رحم والا ہے۔"

⁂ ⁂ ⁂

یعنی ہر کام کی ابتدا اس اعتراف کے ساتھ کرو کہ اے رحمت والے! تیری مہربانی سے ہم نے اس کام کی ابتداء کی ہے اور تیری ہی مہربانی شامل حال رہے گی، تو ہم اس کام کو انجام تک پہنچا سکیں گے، ہم آغاز اور انجام دونوں میں تیری ہی رحمت کے محتاج ہیں اور اسی کے ممنون و احسانمند ہیں

قرآن کہتا ہے، رحمان وہ ذات ہے جو بغیر کسی لالچ اور غرض کے اپنے تمام بُرے اور بھلے بندوں کی پرورش فرمائے، انسانوں میں مسلم اور مجرم کا فرق کئے بغیر سب کو روزی عطا کرے۔

الحمد للہ رب العالمین   تمام تعریفیں اسی خدا کے لئے ہیں

الرحمٰن الرحیم ۔	جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے

وہ اگر رحمان ورحیم نہ ہوتا تو تمام جہانوں کا رب نہ ہوتا، صرف مسلمانوں کا رب ہوتا، صرف وفاداروں کا رب ہوتا ۔

قرآن بتاتا ہے، رحمان وہ عالی ظرف مالک الملک ہے جو اپنی نعمتوں کے گھمنڈ میں اور اپنے احسانات کے زور میں کسی محتاج بندے کو اپنی اطاعت پر مجبور نہ کرے، دین و مذہب کے معاملہ میں زبردستی سے پیش نہ آئے، سوائے اتنی بات کے کہ اپنی نعمتیں یاد دلا کر اپنے بندے کو عار دلائے اور صرف اتنا کہے کہ بڑی غیرت کی بات ہے کہ میں تم پر اتنا انعام و اکرام کروں، میری مخلوق تمہاری بن داموں کی غلام بنی رہے چاند، سورج، ستارے، ہوائیں، اور فضائیں، سب تمہاری تابع ہوں، اور پھر تم میری ہستی میں شبہ کرو، مانو تو اس طرح مانو کہ میری عاجز مخلوق کو میرے اوصاف میں حصہ دار بنا دو ۔

کذالک ارسلناک فی امۃ قد خلت من قبلھا امم لتتلو علیھم الذی اوحینا الیک وھم یکفرون بالرحمٰن ۔ (القرآن الحکیم)	"اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس امت سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں تاکہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ بھیجی ہے اور وہ لوگ رحمان کی ناشکری کرتے ہیں"

⁘ ⁘ ⁘

⁘ ⁘ ⁘

رحمان کی ناشکری یہ ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان نہ لائیں، اس کی بھیجی ہوئی کتاب کی تصدیق نہ کریں، حالانکہ یہ دونوں چیزیں رحم والے مولیٰ کے بے مثال انعامات ہیں، اس کی رحمت بے پایاں ہی کے اثرات ہیں اور اسی کے تقاضے سے رسولوں اور کتابوں کا سلسلہ جاری ہے،

سورۂ انبیاء میں اسی حقیقت کا اظہار فرمایا :۔

اھذا الذی یذکر الھتکم وبذکر الرحمٰن ھم کافرون ۔ (انبیاء)	"کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا نام لیتا ہے اور وہ لوگ رحمٰن کے نام سے منکر ہیں"

بت پرستوں کو عار دلایا جا رہا ہے کہ ہمارا رسول ان بے حقیقت معبودوں یعنی بتوں کی خدائی کو رد کرتا ہے تو اس سے چڑتے ہیں، انہیں برا معلوم ہوتا ہے، لیکن وہ معبود حقیقی جو ان کا محسن ہے، کرم فرما ہے، اس کے ذکر سے منہ موڑتے ہیں، انکار کرتے ہیں ۔

قرآن کہتا ہے "رحمان وہ شہنشاہ عادل ہے جو کائنات ہستی پر پوری عنایت اور کامل شفقت رکھنے کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی عدل و انصاف کو نظر انداز نہ کرے، اور یہ اسکی رحمت کاملہ ہی کا تقاضا ہو کہ عالم ہستی میں عدل و توازن قائم رہے"۔

ہم جب قرآن میں پڑھتے ہیں کہ ہمارا مالک اتنا کرم فرما ہے، بے غرض ہم پر اس طرح انعامات کی بارش فرماتا ہے پیدا کرتا ہے، انسانیت کا بہترین قالب عطا فرماتا ہے، دنیا میں آنے نہیں پاتے کہ رزق موجود ہوتا ہے، ماں کی گود ملتی ہے، باپ کی شفقت نصیب ہوتی ہے، پھر عقل و خرد کا جوہر ملتا ہے، تھوڑی سی محنت کرتے ہیں، زمین ہماری محنت سے کہیں زیادہ دولت اگل دیتی ہے، روحانی حقائق دیکھنے کے لئے نبوت کی روشنی ملتی ہے، خدا کی کتابیں اور اس کے رسول بلا کسی اجر و معاوضہ کے ہماری رہنمائی کرتے ہیں، تو اس تصور سے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور ساتھ ہی اس بات کا خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ کہیں انسان نڈر اور بے خوف نہ ہو جائے جیسا کہ بعض قومیں رحمت کے غلط تصور میں مبتلا ہو کر صراطِ مستقیم سے ہٹ چکی ہیں ۔

قرآن نے ہمیں اس خطرہ سے بچایا، فرمایا، عدالت بھی خدا تعالےٰ کی رحمت کاملہ ہی کا جزو ہے، اگر عدالت نہ ہو تو رحمانیت کا نقشہ ہی نامکمل رہے ۔

انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب۔ (یٰسین)

"بس آپ تو ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے"

اس آیت میں ہمیں یہ سبق دیا کہ ہم اپنے مالک کو رحمان ورحیم سمجھیں، اور اسے رحمان جانتے ہوئے اس سے ڈریں، اس کے احکام پر چلیں، اس کے رسول کی اطاعت کریں

رحمان کا صحیح تصور ہم سے کہتا ہے کہ رحمان سے بے خوف ہو کر ہم رحمان کی شریعت سے آزاد نہ ہوں، دین حق کی گرفت اور آخرت کی جوابدہی سے بے فکر ہو کر نہ بیٹھیں بلکہ رحمان کی رحمت کے اس شعبہ کو ہر وقت سامنے رکھیں، جسے عدالت کہتے ہیں

قرآن کہتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو، وہ اپنے باپ آذر کو رحمٰن کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

یا ابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمٰن فتکون للشیطان ولیا۔ (مریم)

"اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آ لگے تجھ کو رحمان کا عذاب، پس تو شیطان کا ساتھی ہو جائے"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رحمت خداوندی کے صحیح تصور سے اپنے باپ کو آگاہ فرمایا، بتایا کہ رحمان وہی صاحب عدل مالک ہے جو عدالت کا ہر وقت خیال رکھے اور اس کا قانون جزاء و سزا پوری قوت سے نافذ ہو، جو برا اپنی برائی سے باز نہ آئے، جو مجرم اپنی غلط کاریوں پر مصر رہے اور خدا کی زمین کا امن اور سلامتی اس کی وجہ سے خراب ہو جائے، نہ خود بھلائی کا راستہ اختیار کرے نہ دوسروں کو کرنے دے، وہ مالک اس مجرم کو آخرت کی رسوا کن سزا "عذاب جہنم" میں داخل کرے۔

دنیا میں بھی اس کا قانون مکافات اپنا عمل جاری رکھے ظلم کی طاقتوں کو، کمزوروں کو ستانے کے لئے بالکل آزاد نہ چھوڑے، مصلحت کے مطابق انہیں تباہ کرتا رہے، برباد کرتا رہے۔

اسی بنا پر ظالمانہ طاقتوں کی تباہی پر قرآن حکیم نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس کی حمد و ثنا کی جائے۔

قطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔ (انعام)

"پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفوں کے قابل اللہ تعالیٰ ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے"

شاہ عبد القادر صاحبؒ کے ترجمہ میں دیکھئے کتنی بلاغت ہے، فرماتے ہیں:۔

" پھر کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی اور سراہئے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہانوں کا"

الرحیم ——— "بے حد مہربان"

قرآن حکیم نے صفت رحم کے اس صیغہ کو رحمٰن سے زیادہ استعمال کیا ہے، کیوں کہ یہ صیغہ صفت رحمت کے فعلی ظہور پر دلالت کرتا ہے۔

یہ صفت قرآن حکیم میں ایک سو سولہ (۱۱۶) جگہ مذکور ہے اس صفت کے بار بار اعادہ اور تکرار سے اس بات کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے کہ ہمارا پروردگار کائنات ہستی پر ہر آن اور ہر لمحہ رحمت کا ظہور فرما رہا ہے۔

یہ صفت جن آیات میں مذکور ہے ان کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صفت دو چار آیتوں کے علاوہ عموماً دوسری صفات کے ساتھ استعمال کی گئی ہے۔

زیادہ تر تو صفت رحیم "غفور" کے بعد لائی گئی ہے، پھر اس کا استعمال موقع کے لحاظ سے کہیں عزیزؔ کے بعد ہے کہیں رؤفؔ کے بعد، کسی جگہ توّابؔ کے بعد اور بعض آیات میں برؔ کے بعد۔

اس کی وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرآن حکیم خدا تعالیٰ کی ان صفتوں کے بعد صفت رحیم کو بیان کر کے یہ بتانا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت رحیمی ان مختلف شکلوں میں ظہور کرتی ہے:۔

الغفور کے بعد الرحیم لا کر یہ بتایا کہ خدا تعالیٰ کی صفت

رحیمی، اس کے بندوں کے حق میں مغفرت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور صفت مغفرت خدا تعالیٰ کی صفت رحمت ہی کا ایک اثر ہے یعنی خدا تعالیٰ رحیم ہے اور اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطائیں معاف فرمائے۔

—— ان اللہ غفور رحیم (مائدہ)

"خدا تعالیٰ رحیم ہے اِس لئے وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، اور ان کی طرف توجہ فرماتا ہے۔"

—— ان اللہ تواب رحیم (حجرات)

"خدا تعالےٰ رحیم ہے اِسی لئے وہ ہمارے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے۔"

—— ان اللہ رؤف رحیم (نور)

"ہمارا پروردگار صاحب رحمت ہے اِسی لئے وہ ہم پر احسان فرماتا ہے۔"

—— انہ ھو البر الرحیم (طور)

"ہمارا مالک مہربان ہے اسکی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ زبردست اور غالب ہو، تاکہ وہ اپنی غالب و زبردست طاقت سے کائنات میں نظم قائم رکھے اور کسی طاقت کو حد اعتدال سے متجاوز نہ ہونے دے۔"

—— ان ربک لھو العزیز الرحیم (شعراء)

یا یوں تقریر کیجئے کہ ہمیں ہر آن یہ محسوس ہو رہا ہے، کہ عالم ہستی میں عفو و درگذر اور توبہ و بخشش کا دروازہ کھلا ہوا ہے احسانات کی پیہم بارش ہو رہی ہے، زندگی کے ہر گوشہ میں نرمی اور شفقت کا سلوک ہے، کائنات ارض و سماء کے مخالف اور متضاد اجزاء کے درمیان زبردست نظم و عدل قائم ہے —— یہ سب باتیں قدرتی طور پر ہمیں یقین دلا رہی ہیں کہ رحمت رکھنے والا خالق کائنات موجود ہے، کیوں کہ ممکن نہیں، فضل و رحمت کے یہ تمام آثار موجود ہوں اور فضل و رحمت کا کوئی زندہ ارادہ موجود نہ ہو۔

صفت رحم کا تقاضا قرآنِ حکیم یہ بتاتا ہے کہ ایک مومن جب اپنے مالک و مولیٰ کو رحمان و رحیم سمجھتا ہے تو اس میں عقیدہ کی پختگی پیدا ہو جاتی ہو، یعنی:-

۱—— وہ خدا تعالیٰ ہی پر بھروسہ اور اعتماد کرتا ہے، اپنا ہر کام اسی کے سپرد کرتا ہے، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے اعلان کرایا:-

قل ھو الرحمٰن آمنا بہ وعلیہ توکلنا۔ (ملک) "آپ کہہ دیجئے کہ وہی رحمان ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا"

مطلب یہ کہ اے پروردگار! تجھ سے زیادہ کوئی مہربان نہیں ہے تجھ سے زیادہ ہمارا کوئی خیرخواہ اور محسن نہیں، پھر تیرے سوا ہم کس پر اعتماد اور بھروسہ کریں، اور تجھے چھوڑ کر کس کو اپنا معبود بنائیں کیا کائنات میں کون اِس قابل ہے؟ -

۲—— وہ ہر حال میں اس رحمت والے مالک سے مدد مانگتا ہے اور ہر مصیبت میں اسی سے پناہ طلب کرتا ہے۔

قرآن نے بتایا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے اپنی زندگی کی سخت ترین آزمائش میں "رحمان" سے پناہ مانگی اور کہا:-

قالت انی اعوذ بالرحمٰن ان کنت تقیا۔ (مریم) "میں تجھ سے خدا کی پناہ میں آتی ہوں، اگر تو خدا کا ڈر رکھتا ہے۔"

یہ اُس وقت کی بات ہے جب حضرت جبریلؑ ایک خوبصورت مرد کی شکل میں حضرت مریم کے پاس گئے اور اُنہیں ایک پاکیزہ بچے کی بشارت دی، اُس وقت ایک اجنبی شخص کو خلوت میں اپنے پاس دیکھکر حضرت مریم نے رحمان سے پناہ مانگی

قرآن بتا رہا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دشمنوں کے الزامات اور اُن کے بے ہودہ پروپیگنڈے کے مقابلہ میں رحمان سے ہی پناہ مانگی:-

قال رب احکم بالحق وربنا الرحمٰن المستعان علیٰ ما تصفون۔ (سورۂ انبیاء) "رسول نے کہا اے رب انصاف کے ساتھ فیصلہ کر، اور ہمارا رب رحمان ہے، اسی سے مدد مانگتے ہیں اُن باتوں پر جو تم لوگ کہتے ہو۔"

مطلب یہ کہ جو رحمت والا خدا دن رات بغیر مانگے سب کچھ

دے رہا ہے، ضرورت کے وقت اُس کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلانا کہاں کی سمجھداری ہے، جو دے رہا ہے اسی سے مانگنا چاہیے، اور دینے والا ہمارا رب "رحمان" ہے۔

۳ —— اپنے مالک کو رحمان و رحیم سمجھنے والا مومن آخرت کی زندگی میں صرف اسی کے رحم وکرم کو نجات و فلاح کا ذریعہ جانتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس حقیقی مہربان کی مرضی کے بغیر آخرت میں نہ کوئی کسی پر مہربانی کرسکتا ہے اور نہ کسی کی سفارش۔

لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدًا۔ (مریم)

"لوگ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے، مگر وہی لوگ جنہوں نے رحمان سے وعدہ لے رکھا ہے"

یعنی حقیقی مہربان تو خدائے رحمان ہے، اُس سے زیادہ اس کے بندوں پر نہ کوئی مہربان ہے نہ خیرخواہ، پس جب حقیقی مہربان ہی کسی بندہ کی طرف سے مُنہ موڑ لے گا تو دوسرے کسی کی کیا مجال ہوگی کہ وہ اس محروم کے حق میں لب کشائی کرے۔ یا یوں کہیے کہ تمام مہربانیاں اور عنایتیں، ہمدردیاں، اور مروتیں خدا تعالیٰ کی رحمت ہی کا عکس اور پرتو ہیں۔ جب حقیقی رحمت ہی کا کسی کی طرف سے رُخ پھر جائے تو پھر کون اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔

ماں، باپ کے دل میں اولاد کی محبت ہے، بھائی کے دل میں بھائی کی ہمدردی ہے، اور یہ محبت اور ہمدردی خدا تعالیٰ ہی کی محبت اور ہمدردی کا پرتو ہے، اصل کا رُخ پھرا اور سارے رُخ پھرے، حقیقت نے مُنہ موڑا اور مجاز غائب ہوئے

لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔ (پ ۳۰ سورۂ نباء)

"کوئی نہ بول سکیگا سوائے اُس کے جسے رحمان اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک کہے"

سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسین میں بھی شفاعت کے متعلق دو آیات ہیں، ان میں بھی بغیر اذن رحمان کے شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔

ان شفاعت کی آیات میں خدا تعالےٰ کی دوسری صفات کو چھوڑ کر صرف رحمان ہی کی صفت کیوں استعمال کی گئی ہے؟ اس کی وہی وجہ ہے جو اوپر بیان کی گئی۔

شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلویؒ کے الفاظ!:-

"تعلق" کے عنوان سے حضرت شاہ صاحبؒ نے اسمائے حسنیٰ کی بحث میں حسب ذیل نصیحت تحریر فرمائی ہے:-

"انسان جب یہ بات جان لے کہ اس کا مالک رحمان و رحیم ہے ہر نعمت اسی کی طرف سے ہے، احسان وکرم اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرتا تو اس کو چاہیے کہ اپنے پروردگار ہی پر توکل کرے، اپنا ہر کام اسی کو سونپے، اُسی کی رحمت کی طرف متوجہ رہے۔ اس کے سوا کسی سے مدد نہ مانگے، اس کے علاوہ کسی کی طرف رُخ نہ کرے" —— ان دونوں صفتوں کے ساتھ تعلق رکھنے کی یہی صورت ہے۔

انسان میں صفتِ رحم کا رنگ

انسان دُنیا میں مالک الملک کا نائب ہے، اس کا فرض ہے کہ نائب ہونے کی حیثیت سے اپنی زندگی کو اپنے مالک کی صفتوں کا مظہر بنائے، اس کے اخلاق کا اپنے اندر رنگ پیدا کرے، اُس کی صفات کا نمونہ بنکر رہے۔

قرآن حکیم بتاتا ہے کہ جب ایک انسان خدا تعالیٰ کے رحمان و رحیم ہونے پر سچا اعتقاد رکھتا ہے تو اس میں خدا تعالیٰ کی ان صفتوں کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے، رحمانیت کا وہ عکس کیا ہے؟ — سورۂ فرقان کی حسب ذیل آیت اس کا جواب دیتی ہے:-

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاما والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان

"رحمان کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ جہالت کی بات کرتے ہیں تو وہ ان سے ملائم بات کہتے ہیں، اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ وقیام کرتے ہیں اور جو دعائیں کرتے ہیں کہ خداوندا! ہم سے

غراماً انها ساءت مستقراً ومقاماً والذين اذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذالك قواماً والذين لا يدعون مع الله الهاً آخر ولا يقتلون النفس التى حرم الله الا بالحق ولا يزنون۔

(سورۂ فرقان)

جہنم کے عذاب کو دور رکھیو کیوں کہ اس کا عذاب زبردست ہلاکت ہے بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانا ہے اور بُرا مقام ہے، اور وہ جو خرچ کرتے ہیں تو اس میں اسراف کرتے ہیں نہ کنجوسی ان کا خرچ کرنا اعتدال پر رہتا ہے، اور جو خدا کے ساتھ کسی جھوٹے معبود کی پُوجا نہیں کرتے، اور جو کسی بےگناہ انسان کو قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے...

حاصل یہ نکلتا ہے کہ رحمان کا بندہ وہ ہے جس کے دل میں رحم ہو، دل میں رحم ہوگا تو اُس میں تواضع بھی ہوگی، متانت اور سنجیدگی بھی ہوگی، اعتدال پسندی اس کا شیوہ ہوگا، اس کے دل میں خوف اور خشیت ہوگی، وہ ظلم اور بدکاری سے لازماً بچے گا۔

حضرت شاہ صاحب کے الفاظ! حضرت شاہ صاحبؒ "تخلق" کے عنوان سے لکھتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ اپنے نائب (خلیفۃ اللہ فی الارض) یعنی انسان میں اپنی صفت رحمت کا رنگ دیکھنا چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے مالک کی طرح سب کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ کرے، سب کے حق میں خیر خواہی کرے، خیر خواہی کے نتیجہ میں لوگوں کو بُرائی اور معصیت سے روکے اور انہیں نیکی اور بھلائی کی دعوت دے، محتاجوں اور ضرورتمندوں کی حاجت برآری کرے، اس طرح کہ اس میں اپنی کوئی غرض شامل نہ ہو، اگرچہ عوام کی خیر خواہی اور خدمت خلق کا معیاری مقام انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔"

اکبر مرحوم کا یہ شعر کتنا سبق آموز ہے ؎

کفر و اسلام کی تفریق نہیں فطرت میں
یہ وہ نکتہ ہے جسے میں بھی بمشکل سمجھا

خاصیت علماء نے لکھا ہے کہ ہر نماز کے بعد:-

"الرحمٰن الرحیم" کا ورد، دل کی سختی، قساوت، غفلت اور نسیان دور کرنے کے لئے مفید ہے۔